روزنامہ

ہفتہ 30 مئی 2015ء 11 شعبان 1436 ہجری 30 ہجرت 1394 ہش

اخلاق عالیہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بنو ثقیف، طائف کا سب سے بڑا اور جنگجو قبیلہ تھا اور بہت بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اس قبیلے کا انیس (19) ارکان پر مشتمل وفد رمضان 9ھ میں مدینے آیا اور (واقعہ طائف سے 13 سال بعد) آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد کا سربراہ عبد یالیل تھا۔ یہ طائف کا رئیس اعظم تھا اور یہ وہی شخص تھا، جسے آنحضرت ﷺ نے 10 نبوی میں طائف پہنچ کر دعوت اسلام دی تھی۔ اس وقت اس نے نہ صرف یہ کہ آپؐ کی دعوت کو گستاخی کے ساتھ رد کر دیا تھا بلکہ آپؐ کو شہر سے نکل جانے پر بھی مجبور کیا تھا اور پھر آوارہ آدمی آپؐ کے پیچھے لگا دیئے تھے۔ جنہوں نے مسلسل تین میل تک آپؐ کا پیچھا کیا۔ ان بدبختوں نے آپؐ پر پتھر برسائے۔ اس سے آپؐ کا بدن مبارک خون سے تربتر ہو گیا۔ آپؐ نے اس کے بدلے میں ان کی ہلاکت کی نہیں بلکہ ہدایت کے لئے دعا کی تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا۔ چنانچہ آج وہی شخص ایک وفد کے ہمراہ سوالی بن کر ہی نہیں، بلکہ آپؐ کی غلامی کا جوأ پہننے کے لئے بھی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ وفد مدینے پہنچا تو آپؐ نے اسے خوش آمدید کہا اور اس کے لئے مسجد میں ہی خیمہ لگوا دیا۔ (ابن هشام امر وفد بنو ثقيف و اسلامها)

یمن کے علاقہ نجران کے عیسائیوں کا ساٹھ افراد پر مشتمل وفد جب مدینے پہنچا تو آنحضرت ﷺ اس وقت نماز عصر کے بعد مسجد میں صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ مسجد میں پہنچنے پر انہوں نے کہا کہ ان کی عبادت کا وقت ہو گیا ہے لہٰذا وہ عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے انہیں مسجد نبوی میں عبادت کرنے پر خوش آمدید کہتے ہوئے صحابہؓ سے فرمایا کہ جس طرح وہ چاہتے ہیں۔ انہیں اپنی عبادت کرنے دیں۔ چنانچہ انہوں نے پوری آزادی کے ساتھ مشرق کی جانب رخ کر کے اپنی عبادت کی۔

عبادت کے بعد آپؐ نے انہیں امن وسلامتی پر مبنی اسلام کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے اس سے انکار کیا اور آپؐ سے تفصیلی بحث کی۔

(ابن سعد ذكر وفادات العرب وفد نجران)

وفد نجران کے ان اکابرین نے آنحضرت ﷺ کی اس دعوت کو ایمانی اور دینی لحاظ سے تو قبول نہ کیا مگر اسلام کے پُرامن نظام کو تسلیم کرتے ہوئے آپؐ کی خدمت میں عرض کی کہ وہ آپؐ سے صلح کی درخواست کرتے ہیں اور جو حکم آپ انہیں دے گے وہ انہیں قابل قبول ہوگا۔ آپؐ نے ان سے جن امور پر صلح قبول کی اور معاہدہ لکھ کر دیا اس کا ایک حصہ یہ تھا کہ

...... نجران اور ان کے آس پاس والوں کو جان، مال، مذہب، ملک، زمین، حاضر، غائب اور ان کی عبادت گاہوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور محمد نبی ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ نہ تو کوئی اسقف (غالباً آرچ بشپ) اس کے منصب سے، نہ کوئی راہب اس کی رہبانیت سے اور نہ کوئی کاہن اس کی کہانت سے ہٹایا جائے گا۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے انہیں ایک اور معاہدہ پر مبنی حسب ذیل تحریر بھی دی کہ

ترجمہ: محمد نبی ﷺ کی طرف سے اسقف (آرچ بشپ) ابوحارث کے لئے اور نجران کے دیگر پادریوں، کاہنوں اور ان کے پیروکاروں اور راہبوں اور ان کے متبعین کے لئے اور ان کے گرجوں، عبادت گاہوں وغیرہ کے لئے امان ہے۔ ان کے پادریوں میں سے کسی کو اس کے منصب سے، ان کے راہبوں میں سے کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے اور ان کے کاہنوں میں سے کسی کاہن کو اس کی کہانت سے ہرگز برطرف نہیں کیا جائے گا۔ انہیں ان کے حقوق اور ان کے اختیارات سے جن پر وہ قائم ہیں، ہٹایا نہیں جائے گا۔ جب تک وہ خیرخواہ اور صلح جو رہیں گے یا ظالموں کے ساتھ ظلم ڈھانے والے نہ ہوں گے۔ انہیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پناہ حاصل رہے گی۔

(طبقات ابن سعد ذكر بعثة رسول الله ﷺ الرسل بكتبه الىٰ الملوك يدعوهم الىٰ الاسلام و ابن كثير كتاب الوفود وفد نجران)

مسلمانوں کا عمدہ نمونہ

گاڈفری ہگنز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت تحریر کرتے ہیں:

اس بات سے زیادہ عام طور پر کوئی بات سننے میں نہیں آتی کہ عیسائی پادری محمد (ﷺ) کے مذہب کو اس کے تعصب اور غیر رواداری کی وجہ سے گالیاں دیتے ہیں عجیب یقین دہانی اور منافقت ہے یہ! کون تھا جس نے سپین سے ان مسلمانوں کو جو عیسائی ہو چکے تھے بھگایا تھا کیونکہ وہ سچے عیسائی نہ تھے؟ اور کون تھا جس نے میکسیکو اور پیرو میں لاکھوں لوگوں کو تہہ تیغ کر دیا تھا اور ان کو غلام بنا لیا تھا کیونکہ وہ عیسائی نہ تھے۔ اور کیا ہی عمدہ اور مختلف نمونہ تھا جو مسلمانوں نے یونان میں دکھایا۔ صدیوں تک عیسائیوں کو ان کے مذہب، ان کے پادریوں، لاٹ پادریوں اور راہبوں اور ان کے گرجا گھروں کو اپنی جاگیر پر امن طور سے رہنے دیا۔

(Godfrey Higgins, as cited in Apology for Mohammed, Lahore, page:123-124)

جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے خواہشمند متوجہ ہوں

جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ میٹرک / ایف اے کے نتیجہ کے بعد ہوگا۔ میٹرک پاس کیلئے عمر کی حد 17 سال اور ایف اے پاس کیلئے 19 سال ہے۔ جو نوجوان بطور واقف زندگی جامعہ احمدیہ میں داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں ان کو داخلہ کی تیاری کے لئے درج ذیل باتوں پر خاص توجہ دینی چاہئے۔

1۔ پنجگانہ نماز باجماعت

2۔ روزانہ تلاوت قرآن کریم درست تلفظ کے ساتھ۔

3۔ مطالعہ احادیث خصوصاً چہل احادیث، چالیس جواہر پارے۔

4۔ مطالعہ سیرت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ

5۔ مطالعہ کتب وملفوظات حضرت مسیح موعود

6۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ Live اور ایم۔ٹی۔اے پر نشر ہونے والے حضور انور کے دیگر پروگرام سننا۔

7۔ حضرت مسیح موعود کے خاندان اور خلفاء کے متعلق واقفیت۔

8۔ بنیادی جماعتی تاریخ سے واقفیت، مجلس خدام الاحمدیہ کی شائع کردہ کتب دینی معلومات اور معلومات کا پوری توجہ سے مطالعہ۔

9۔ مطالعہ روزنامہ الفضل خصوصاً پہلا صفحہ۔

10۔ ماہنامہ خالد اور تشحیذ الاذہان کا مطالعہ

11۔ ابتدائی عربی زبان سیکھنا، اردو سیکھنا اور اردو بول چال کی مشق، انگریزی زبان کو بہتر بنانا، کتب یا اخبارات میں سے کوئی حصہ بلند آواز سے پڑھنے کی مشق کرنا۔

12۔ اپنے وقف اور جامعہ میں داخلہ کیلئے روزانہ دعا کرنا۔

13۔ میٹرک کا رزلٹ آتے ہی رزلٹ کارڈ کی فوٹو کاپی وکالت ہذا کو ارسال کریں۔

(وکیل التعلیم تحریک جدید ربوہ)

حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب

سورج اور چاند کے گرہن کی حقیقت

قادیان میں 3 اور 4 مئی 1939ء کی درمیانی شب کو شام کے بعد چاند گرہن ہوا۔ اس موقعہ پر جب مجھے اطلاع ہوئی۔ میں اسی وقت مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ اور دارالشیوخ کے طلباء کو (بیت) اقصیٰ میں لے گیا۔ راستہ میں جناب خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب مل گئے۔ انہیں بھی ہمراہ لیا اور ہم نے دو رکعت نماز چاند گرہن کی ادا کی۔ چونکہ خان صاحب موصوف کو خدا کے فضل سے قرآن مجید کا بیشتر حصہ حفظ ہے۔ اس لئے انہوں نے امامت کرائی۔

اس نماز کی ہر رکعت میں دو رکوع ہوتے ہیں اور طریق اس نماز کا یہ ہے کہ امام نماز شروع کر کے پہلے جیسا کہ ہر نماز میں دستور ہے سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے اور پھر کسی اور جگہ سے نہایت دیر تک قراءت پڑھتا ہے۔ پھر رکوع کرتا ہے اور قریباً قریباً اسی قدر عرصہ رکوع میں گزارتا ہے۔ پھر رکوع سے سر اٹھا کر ہاتھ باندھ کر پھر قراءت شروع کر دیتا ہے ہاں اس دفعہ سورۃ فاتحہ نہ پڑھے گا۔ یہ قراءت بھی کافی دیر تک پڑھی جاتی ہے البتہ پہلی قراءت سے قدرے کم ہوتی ہے۔ پھر امام دوبارہ رکوع میں جاتا ہے اور یہ رکوع بھی نہایت لمبا ہوتا ہے۔ مگر پہلے رکوع سے قدرے کم۔ پھر سر اٹھا کر امام کھڑا ہو جاتا ہے اور تسبیح وتحمید اور دعائیں خاموشی سے دیر تک کھڑا کرتا ہے۔ مگر یہ کھڑا ہونا دوسرے رکوع سے کم ہوتا ہے۔ پھر امام سجدہ میں جاتا ہے اور بہت لمبا سجدہ کرتا ہے اور مطابق عام نمازوں کے ایک رکعت میں دو ہی سجدے کرتا ہے۔ مگر بہت لمبے لمبے پھر دوسرے سجدہ سے فارغ ہو کر دوسری رکعت میں کھڑا ہوتا ہے اور پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت بھی دو لمبے رکوع اور قراءت والی ہوتی ہے مگر پہلی رکعت کے مقابلہ میں قدرے ہلکی۔ پھر التحیات بیٹھ کر امام سلام پھیر دیتا ہے اور اس طرح دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے آنحضرت ﷺ سے بخاری اور تمام صحاح سے ثابت ہیں۔ ہاں فقہ حنفیہ میں اس نماز کی ہر رکعت میں صرف ایک ایک رکوع لکھا ہے مگر یہ حنفیہ فقہا کی صریح غلطی ہے۔ یا یہ کہ ان تک صحیح احادیث نہیں پہنچیں۔ یہ نماز جہری نماز ہے اور جمعہ کی طرح اونچی آواز سے قراءت پڑھنی چاہئے۔

غرض جب ہم نماز ادا کر چکے تو میں نے اٹھ کر اس نماز کی حکمت بیان کی جو یہ ہے کہ احادیث میں لکھا ہے کہ جس روز حضرت رسول اللہ ﷺ کا صاحبزادہ ابراہیم فوت ہوا۔ اسی روز سورج گرہن ہوا۔ بعض مسلمانوں نے کہا کہ یہ سورج گرہن حضور کے صاحبزادہ کی وفات کے ماتم کے طور پر ہے۔ گویا حضور خدا کے اتنے مقبول بندے ہیں کہ حضور کے بچے کی وفات پر سورج بھی تاریک ہو گیا۔ مگر حضور نے سنتے ہی فرمایا ان الشمس والقمر ......یعنی سورج اور چاند کے گرہن کا کسی شخص کی موت یا زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ حضور کے اس ارشاد سے ہمیں ایک بڑی بھاری دلیل حضور کی راستبازی کی ملتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر حضور معاذ اللہ جیسا کہ یورپ کے نادان پادری کہتے ہیں جھوٹے مدعی نبوت تھے اور حضور نے اپنی وجاہت عزت اور حکومت کے حصول کے لئے یہ جھوٹا دعویٰ کیا تھا تو کیا وجہ ہے کہ جب خود مسلمان حضور کی ایک کرامت بنا رہے اور مان رہے تھے۔ تو حضور صاف انکار کر دیتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں کہ یہ گرہن میرے بیٹے کے ماتم میں ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضور محض راستباز اور خالص صادق تھے اور سچائی کے خلاف ایک ذرہ بھی حضور کی طرف سے کبھی اظہار نہیں ہوا تھا ورنہ معاذ اللہ اگر حضور جھوٹے ہوتے تو یہ ایک نہایت زرّیں اور سنہرا موقعہ تھا کہ جب مرید خود بخود ایک کرامت بنا رہے تھے۔ تو حضور ایک قدم اور آگے بڑھ کر اس کی تصدیق کرتے اور اپنا مرتبہ بھی قائم کرتے کہ واقعہ میں آپ کے بیٹے کے غم میں آسمان بھی ماتم کدہ بن سکتا ہے مگر نہیں۔ حضور نے فوراً تردید کی اور فرمایا کہ سورج اور چاند کسی شخص کی موت یا زندگی کا نشان نہیں۔ ہاں انہما ایتان من ایات اللّٰہ ......یعنی سورج اور چاند گرہن اللہ کے نشانات میں سے دو نشان ہیں۔ جب تم انہیں واقعہ ہوتے دیکھو تو گھبرا کر نماز اور صدقہ وغیرہ کی طرف توجہ کرو۔

پس اسلامی طریق یہ ہے کہ سورج اور چاند گرہن کے موقعہ پر نماز پڑھی جائے۔ جس میں خدا کی بزرگ کتاب کا بہت سا حصہ پڑھا جائے۔ حتیٰ کہ تھک کر رکوع کر کے پھر رکوع کے بعد قرآن ہی پڑھا جائے اور علاوہ نماز کے صدقہ و خیرات اور غلاموں کی آزادی میں بھی حصہ لیا جائے۔

اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورج اور چاند گرہن کے موقعہ پر نماز اور صدقہ وغیرہ اور گھبرانے اور استغفار وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔ سو پہلے سورج اور چاند گرہن کی حقیقت سمجھ لینی چاہئے۔ جو یہ ہے کہ جب زمین اور سورج کے درمیان چاند آ جاتا ہے تو سورج کو گرہن لگ جاتا ہے اور جب سورج اور چاند کے درمیان زمین آ جاتی ہے۔ تو چاند گرہن وقوع میں آتا ہے پس سورج اور چاند گرہن میں یہ امر مشترک ہے کہ ان نورانی وجودوں کے سامنے باوجود ان کے نورانی رہنے کے پھر ایک روک آ جاتی ہے جس کی وجہ سے ہم ان کے نور سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یعنی سورج گرہن کے وقت سورج گو روشن بھی ہوتا ہے۔ مگر چاند کے سامنے آ جانے کی وجہ سے ہم سورج کی روشنی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح چاند پر سورج تو اپنا نور ڈالتا ہے مگر زمین درمیان میں حائل ہو جاتی ہے۔ اس لئے سورج کا نور چاند پر نہیں پڑتا اور پھر چاند سے ہم تک رات کو چاندنی نہیں پہنچ سکتی۔ اس لئے ہم چاند گرہن کے وقت سورج کے بالواسطہ نور سے محروم ہو جاتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا مطلب سورج اور چاند گرہن کے وقت گھبرا کر نماز اور استغفار اور صدقہ و خیرات کا حکم دینے سے یہ ہے کہ اے مسلمانو جب تم دیکھو کہ سوج گرہن ہو رہا ہے تو فوراً یہ خیال کرو کہ سورج میں کوئی نقص نہیں وہ تو حسب سابق پوری طرح روشن ہے مگر چاند کے درمیان آ جانے سے تم اس کے نور سے محروم ہو گئے ہو اسی طرح اس نظارہ کو دیکھ کر گھبرا جاؤ اور دعائیں کرو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس طرح تم سورج کے نورانی ہوتے ہوئے ایک روک کی وجہ سے اس کے نور سے محروم ہو گئے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک رسول اور اس کی بزرگ کتاب کے نور سے باوجود ان کے ہمہ تن نورانی ہونے کے اپنی بری عادتوں، بری صحبتوں بری مجلسوں برے جذبات بُرے خیالات برے ہمسایوں برے رشتہ داروں بُرے پیشوں اور اپنی سستیوں غفلتوں کے باعث ان پاک نورانی وجودوں کے نور سے محروم ہو جاؤ۔ مسلمانو! قرآن تو نور ہے مگر ایسا نہ ہو کہ تم اس کے نور سے اپنی غفلتوں کے سبب محروم ہو جاؤ۔ خدا کا رسول تو مجسم نور ہے۔ مگر تم اپنے نفس کی شامت سے اس کے نور سے محروم ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ تو نور السمٰوٰت والارض ہے مگر تم اپنی بری صحبتوں کی وجہ سے اس کے نور سے محروم ہو جاؤ۔ اس لئے سورج گرہن کے ہوتے ہی دعا میں لگ جاؤ کہ اے میرے اللہ تیرا سورج روشن ہے مگر ایک روک کی وجہ سے ہم ظلمتوں میں ہیں۔ الٰہی ایسا نہ ہو کہ جس طرح اس نور کو ہم سے ایک روک نے دور کر دیا۔ اسی طرح تیری ذات کے نور تیرے فرشتوں کے نور تیری پاک کتابوں کے نور تیرے مقدس رسولوں اور نبیوں کے نور تیرے مجددوں، اولیاء، غوث اور اقطاب کے نور تیرے پیارے مسیح موعود کے نور اور اس کے خلفاء کے نور سے ہم اپنے نفس کی روک اپنے برے دوستوں کی روک اپنے رسم و رواج کی روک اپنے برے عادات کی روک اپنے برے خیالات کی روک کے باعث ان نوروں سے محروم ہو جائیں۔ الٰہی تیرا رسول نور ہی نور ہے الٰہی تیری پاک کتاب قرآن مجید نور ہی نور ہے۔ الٰہی تیرا مسیح موعود نور ہی نور ہے۔ الٰہی اس کے خلفاء نور ہی نور ہیں۔ الٰہی مسیح موعود کی کتابیں نور ہی نور ہیں۔ الٰہی ان میں کوئی نقص نہیں۔ الٰہی وہ تو سورج سے زیادہ روشن ہیں مگر اے ہمارے مولیٰ ہمیں بچائیو اس سے کہ جس طرح ہم اس وقت تیرے روشن سورج کے نور سے ایک روک کے باعث محروم ہیں۔ کہیں تیرے اور تیرے پیاروں کے نور سے اپنے نفس کے پہاڑ کی روک کے ذریعہ محروم نہ ہو جائیں۔ اسی طرح چاند گرہن کو دیکھ کر ایک احمدی گھبرا جائے اور دل میں خیال کرے کہ او ہو سورج کتنا نورانی وجود ہے دیکھو وہ چاند پر اپنا عکس ڈال کر ہماری رات کو کیسا منور بنا دیتا ہے مگر اس وقت ایک روک کی وجہ سے دنیا تاریک ہو رہی ہے۔ نہ سورج اپنی روشنی چاند پر ڈال سکتا ہے اور نہ چاند اس روشنی کو ہم زمین والوں تک پہنچا سکتا ہے۔ الٰہی ایسا نہ ہو کہ تیرے روحانی سورج کی روشنی سے اپنے نفس کی روک اپنی عادت کی روک اپنی جہالت کی روک اپنے برے جذبات کی روک اور اپنے رسوم و رواج کی روک کے باعث ان روحانی نوروں سے میں محروم ہو جاؤں اور میرا انجام سراسر ظلمت ہو اور انہیں ظلمتوں میں ہمیشہ بھٹکتا پھروں۔ الٰہی مجھے اس ابتلاء سے بچائیو۔ پس سورج گرہن اور چاند گرہن میں اصل واقعہ سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ ظلمتیں تو آنی اور وقتی ہیں اور قانون قدرت کے ماتحت ہمیشہ سے ہوتی آئی ہیں اور ہمیشہ تک ہوتی چلی جائیں گی۔ ہاں یہ نشان ضرور ہیں کہ انہیں دیکھ کر روحانی نور اور روحانی ظلمتیں یاد آ جاتی ہیں اور جب ہمیں اللہ رسول قرآن ملائکہ مسیح موعود اور آپ کے خلفاء کے نور یاد آئیں تو فوراً اپنے نفس کی شامتوں اپنی بری عادتوں اپنے برے جذبات اور اپنے برے خیالات بھی یاد آ جانے چاہئیں اور ہمیں فوراً خدا کے حضور عاجزی تضرع اور زاری سے کھڑا ہو جانا چاہئے کہ اے اللہ ایسا نہ ہو کہ جس طرح ہم جسمانی سورج کے نور سے ایک روک کے سبب محروم ہو گئے ہیں اسی طرح ہم تیرے روحانی سورج کے نور سے اپنی غفلتوں کی روک کی وجہ سے محروم ہو جائیں۔ یہ ہے سورج اور چاند گرہن کی نماز کی حقیقت۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور باقی سب احمدی دوستوں کو اس امر سے محفوظ رکھے کہ ہم خدا رسول قرآن مسیح موعود کے نور اور ملائکہ کی نیک تحریکوں کے نور سے اپنے نفس کی شامت کے باعث محروم ہو جائیں اور ان نوروں کے ہوتے ہوئے پھر ہم اندھیرے میں بھٹکتے پھریں۔ الٰہی ہمیں بچا کہ ہم تیرے پیارے مسیح کے اس شعر کے مصداق ہوں۔

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

(روزنامہ الفضل قادیان 10 مئی 1939ء)

نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ

اولاد کی تربیت کے طریق

بیان فرمودہ حضرت مصلح موعود

امسال مجلس شوریٰ کی پہلی تجویز تربیت اولاد کے بارہ میں تھی اس کی شق نمبر 8 درج ذیل ہے
حضرت مصلح موعود نے تربیت اولاد کے 26 طریق بتائے ہیں۔ تمام والدین ان کا اچھی طرح مطالعہ کریں اوران امور کو زندگی کالائحہ عمل بنالیں۔ نظارت اصلاح و ارشاد تربیت اولاد کے طریق شائع کرکے ہرگھر میں والدین کو مہیا کرے۔ تمام والدین سے اس کا مطالعہ کروایا جائے اجلاسات میں اس کے اقتباسات پڑھ کر سنائے جائیں۔
اسی سلسلہ میں تربیت اولاد کے یہ 26 طریق شائع کئے جارہے ہیں۔

1۔ بچہ کے پیدا ہونے پرسب سے پہلی تربیت (نداء) ہے...... جب بچہ پیدا ہو اسی وقت اس کے کان میں نداء کہی جائے۔ نداء کے الفاظ ٹونے یا جادو کے طور پر بچہ کے کان میں نہیں ڈالے جاتے بلکہ اس وقت بچہ کے کان میں نداء دینے کا حکم دینے سے ماں باپ کو یہ امر سمجھانا مطلوب ہے کہ بچہ کی تربیت کا وقت ابھی سے شروع ہوگیا ہے۔

ظاہری صفائی

2۔ یہ کہ بچہ کو صاف رکھا جائے پیشاپ پاخانہ فوراً صاف کردیا جائے شاید بعض لوگ یہ کہیں یہ کام تو عورتوں کا ہے یہ صحیح ہے مگر پہلے مردوں میں یہ خیال پیدا ہوگا تو پھر عورتوں میں ہوگا۔ پس مردوں کا کام ہے کہ عورتوں کو یہ باتیں سمجھائیں کہ جو بچہ صاف نہ رہے اس میں صاف خیالات کہاں سے آئیں گے ...... جب بچہ کی ظاہری صفائی کا خیال نہیں رکھا جاتا تو باطنی صفائی کس طرح ہوگی؟ لیکن اگر بچہ ظاہر میں صاف ہو تو اس کا اثر اس کے باطن پر پڑے گا اور اس کا باطن بھی پاک ہوگا۔ کیونکہ غلاظت کی وجہ سے جو گناہ پیدا ہوتے ہیں ان سے بچا رہے گا یہ بات طب کی رو سے ثابت ہوگئی ہے کہ بچہ میں گناہ غلاظت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جب بچہ کا اندام نہانی صاف نہ ہو تو بچہ اسے کھجلاتا ہے۔ اس سے وہ مزا محسوس کرتا اور اس طرح اسے شہوانی قوت کا احساس ہوجاتا ہے۔ اگر بچہ کو صاف رکھا جائے اور جوں جوں وہ بڑا ہو اسے بتایا جائے کہ ان مقامات کو صفائی کے لئے دھونا ضروری ہوتا ہے تو وہ شہوانی برائیوں سے بہت حد تک محفوظ رہ سکتا ہے یہ تربیت بھی پہلے دن سے شروع ہونی چاہئے۔

مقررہ وقت پر غذا کے فوائد

3۔ غذا بچہ کو وقت مقررہ پر دینی چاہئے اس سے بچے میں یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خواہشات کو دبا سکتا ہے اور اس طرح بہت سے گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ چوری ،لوٹ کھسوٹ وغیرہ بہت سی برائیاں خواہشات کو نہ دبانے کی وجہ سے ہی پیدا ہوتی ہیں کیونکہ ایسے انسان میں جذبات پر قابو رکھنے کی طاقت نہیں ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب بچہ رویا ماں نے اسی وقت دودھ دے دیا۔ ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ مقررہ وقت پر دودھ دینا چاہئے اور بڑی عمر کے بچوں میں یہ عادت ڈالنی چاہئے کہ وقت پر کھانا دیا جائے۔ اس سے یہ صفات پیدا ہوتی ہیں۔

(1) پابندئ وقت کا احساس (2) خواہش کو دبانا (3) صحت (4) مل کر کام کرنے کی عادت ہوتی ہے کیونکہ ایسے بچوں میں خودغرضی اور نفسانیت نہ ہوگی جبکہ وہ سب کے ساتھ مل کر کھانا کھائیں گے (5) اسراف کی عادت نہ ہوگی۔ جو بچہ ہر وقت کھانے کی چیزیں لیتا رہتا ہے وہ ان میں سے کچھ ضائع کرے گا کچھ کھائے گا لیکن اگر مقررہ وقت پر مقررہ مقدار میں اسے کھانے کی چیز دی جائے گی تو وہ اس میں سے کچھ ضائع نہیں کرے گا۔ پس اس طرح بچہ میں تھوڑی چیز استعمال کرنے اور اسی سے خواہش کے پورا کرنے کی عادت ہوگی (6) لالچ کا مقابلہ کرنے کی عادت ہوگی۔ مثلاً بازار میں چلتے ہوئے بچہ ایک چیز دیکھ کر کہتا ہے یہ لینی ہے۔ اگر اس وقت اسے نہ لے کر دی جائے تو وہ اپنی خواہش کو دبالے گا اور پھر بڑا ہونے پر کئی دفعہ دل میں پیدا شدہ لالچ کا مقابلہ کرنے کی اس کو عادت ہوجائے گی۔ اس طرح گھر میں چیز پڑی ہو اور بچہ مانگے تو کہہ دینا چاہئے کہ کھانے کے وقت پر ملے گی اس سے بھی اس میں یہ قوت پیدا ہوجائے گی کہ نفس کو دبا سکے۔

4۔ بچہ کو مقررہ وقت پر پاخانہ کی عادت ڈالنی چاہئے۔ یہ اس کی صحت کے لئے بھی مفید ہے۔ لیکن اس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی اعضاء میں وقت کی پابندی کی حِس پیدا ہوجاتی ہے۔ وقت مقررہ پر پاخانہ پھرنے سے انتڑیوں کو عادت ہوجاتی ہے اور پھر مقررہ وقت ہی پاخانہ آتا ہے۔

تو بچہ کے لئے یہ بہت ضروری بات ہے۔ وقت پر کام کرنے والے بچے میں نماز، روزہ کی پختہ عادت پیدا ہوجاتی ہے اور قومی کاموں کو پیچھے ڈالنے کی عادت نہیں پیدا ہوتی۔ علاوہ ازیں بے جا جوش دب جاتے ہیں کیونکہ بے جا جوش کا ایک بڑا سبب بے وقت کام کرنے کی عادت ہے۔ خصوصاً بے وقت کھانا کھانا۔ مثلاً بچہ کھیل کود میں مشغول ہوا۔ وقت پر ماں نے کھانا کھانے کے لئے بلایا مگر نہ آیا۔ پھر جب آیا تو ماں نے کہا ٹھہرو کھانا گرم کردوں۔ چونکہ اسے اس وقت بھوک لگی ہوئی ہوتی ہے اس لئے وہ روتا چلاتا اور بے جا جوش ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اسی وقت کھانے کے لئے آتا ہے جب اس سے بھوک دبائی نہیں جاتی اور اس وجہ سے نہایت شور کرتا ہے۔

غذا کی مقدار اور اقسام

5۔ اسی طرح غذا اندازہ کے مطابق دی جائے اس سے قناعت پیدا ہوتی اور حرص دور ہوتی ہے۔

6۔ قسم قسم کی خوراک دی جائے۔ گوشت، ترکاریاں اور پھل دیئے جائیں کیونکہ غذاؤں سے بھی مختلف اقسام کے اخلاق پید ہوتے ہیں۔ پس مختلف اخلاق کے لئے مختلف غذاؤں کا دیا جانا ضروری ہے۔ ہاں بچپن میں گوشت کم اور ترکاریاں زیادہ ہونی چاہئیں کیونکہ گوشت ہیجان پیدا کرتا ہے اور بچپن کے زمانے میں ہیجان کم ہونا چاہئے۔

کھیل کود میں کام لیں

7۔ جب بچہ ذرا بڑا ہو تو کھیل کود کے طور پر اس سے کام لینا چاہئے۔ مثلاً یہ کہ فلاں برتن اٹھالاؤ۔ یہ چیز وہاں رکھ آؤ۔ یہ چیز فلاں کو دے آؤ اسی قسم کے اور کام کرانے چاہئیں ہاں ایک وقت تک اسے اپنے طور پر کھیلنے کی بھی اجازت دینی چاہئے۔

قوتِ برداشت کی عادت

8۔ بچہ کو عادت ڈالنی چاہئے کہ وہ اپنے نفس پر اعتبار پیدا کرے۔ مثلاً چیز سامنے ہو اور اسے کہا جائے ابھی نہیں ملے گی ،فلاں وقت ملے گی ، یہ نہیں کہ چھپا دی جائے ، کیونکہ اس نمونہ کو دیکھ کر وہ بھی اس طرح کرے گا اور اس میں چوری کی عادت پیدا ہوجائے گی۔

پیار میں توازن

9۔ بچہ سے زیادہ پیار بھی نہیں کرنا چاہئے۔ زیادہ چومنے چاٹنے کی عادت سے بہت سی برائیاں بچہ میں پیدا ہوجاتی ہیں۔ جس مجلس میں وہ جاتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ پیار کریں اس سے اس میں اخلاقی کمزوریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

ماں باپ کا ایثار

10۔ ماں باپ کو چاہئے کہ ایثار سے کام لیں۔ مثلاً اگر بچہ بیمار ہے اور کوئی چیز اس نے نہیں کھانی تو وہ بھی نہ کھائیں اور نہ گھر میں لائیں بلکہ اسے کہیں کہ تم نے نہیں کھانی اس لئے ہم بھی نہیں کھاتے اس سے بچہ میں بھی ایثار کی صفت پیدا ہوگی۔

بیماری میں خاص احتیاط

11۔ بیماری میں بچہ کے متعلق بہت احتیاط کرنی چاہئے کیونکہ بزدلی، خودغرضی، چڑ چڑاہٹ جذبات پر قابو نہ ہونا اس قسم کی برائیاں اکثر لمبی بیماری کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہیں کئی لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو بلا بلا کر پاس بٹھاتے ہیں۔ لیکن کئی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ان کے پاس سے گزرے تو کہہ اٹھتے ہیں ارے دیکھتا نہیں، اندھا ہوگیا ہے۔ یہ خرابی لمبی بیماری کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے۔ چونکہ بیماری میں بیمار کو آرام پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے اس لئے وہ آرام پانا اپنا حق سمجھ لیتا ہے اور ہر وقت آرام چاہتا ہے۔

ڈراؤنی کہانیاں نہ سنائیں

12۔ بچوں کو ڈراؤنی کہانیاں نہیں سنانی چاہئیں اس سے ان میں بزدلی پیدا ہوجاتی ہے اور ایسے انسان بڑے ہوکر بہادری کے کام نہیں کرسکتے اگر بچہ میں بزدلی پیدا ہوجائے تو اسے بہادری کی کہانیاں سنانی چاہئیں اور بہادر لڑکوں کے ساتھ کھلانا چاہئے۔

بچہ کے دوست کون ہوں

13۔ بچہ کو اپنے دوست خود نہ چننے دیئے جائیں بلکہ ماں باپ چنیں اور دیکھیں کہ کن بچوں کے اخلاق اعلیٰ ہیں اس میں ماں باپ کو بھی یہ فائدہ ہوگا کہ وہ دیکھیں گے کن بچوں کے اخلاق اعلیٰ ہیں دوسرے ایک دوسرے سے تعاون شروع ہوجائے گا کیونکہ جب خود ماں باپ بچہ سے کہیں گے کہ فلاں بچوں سے کھیلا کرو تو اس طرح ان بچوں کے اخلاق کی نگرانی بھی کریں گے۔

ذمہ داری کا احساس

14۔ بچہ کو اس کی عمر کے مطابق بعض ذمہ داری کے کام دیئے جائیں تا کہ اس میں ذمہ داری کا احساس ہو۔

ناجائز تائید

بعض کھیلیں نہایت مفید ہیں۔ جیسے کہ فٹ بال وغیرہ۔ مگر کھیل میں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ کوئی بری عادت نہ پڑے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ماں باپ اپنے بچے کی تائید کرتے ہیں اور دوسرے کے بچہ کو اپنے بچہ کی بات ماننے کے لئے مجبور کرتے ہیں اس طرح بچہ کو اپنی بات منوانے کی ضد پڑ جاتی ہے۔

بچہ کی تعریف کریں

15۔ بچہ کے دل میں یہ بات ڈالنی چاہئے کہ وہ نیک ہے اور اچھا ہے رسول کریم ﷺ نے کیا نکتہ فرمایا ہے کہ بچہ کو گالیاں نہ دو کیونکہ گالیاں دینے پر فرشتے کہتے ہیں ایسا ہی ہوجائے اور وہ ہوجاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ فرشتے اعمال کے نتائج پیدا کرتے ہیں جب بچہ کو کہا جاتا ہے کہ تو بد ہے تو وہ اپنے ذہن میں یہ نقشہ جما لیتا ہے کہ میں بد ہوں اور پھر وہ ویسا ہی ہوجاتا ہے۔ پس بچہ کو گالیاں نہیں دینی چاہئیں بلکہ اچھے اخلاق سکھانے چاہئیں اور بچہ کی تعریف کرنی چاہئے۔

ضد کی عادت نہ ہو

16۔ بچہ میں ضد کی عادت نہیں پیدا ہونے دینی چاہئے۔ اگر بچہ کسی بات پر ضد کرے تو اس کا علاج یہ ہے کہ کسی اور کام میں اسے لگا دیا جائے اور ضد کی وجہ معلوم کرکے اسے دور کیا جائے۔

ادب سے کلام

17۔ بچہ سے ادب سے کلام کرنا چاہئے۔ بچہ نقال ہوتا ہے، اگر تم اسے تُو کہہ کر مخاطب کروگے تو وہ بھی تُو کہے گا۔

بدیوں سے پرہیز

18۔ بچہ کے سامنے جھوٹ، تکبر اور ترش روئی وغیرہ نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہ بھی یہ باتیں سیکھ لے گا۔ عام طور پر ماں باپ بچہ کو جھوٹ بولنا سکھاتے ہیں۔ ماں نے بچہ کے سامنے کوئی کام کیا ہوتا ہے مگر جب باپ پوچھتا ہے تو کہہ دیتی ہے میں نے نہیں کیا۔ اس سے بچہ میں بھی جھوٹ بولنے کی عادت پیدا ہوجاتی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ بچہ کی غیر موجودگی میں ماں باپ یہ کام کریں بلکہ یہ مطلب ہے کہ جو ہر وقت ان عیبوں سے نہیں بچ سکتے وہ کم سے کم بچوں کے سامنے ایسے فعل نہ کریں تا مرض آگے نسل کو بھی مبتلاء نہ کرے۔

نشہ سے بچائیں

19۔ بچہ کو ہر قسم کے نشہ سے بچایا جائے۔ نشوں سے بچہ کے اعصاب کمزور ہوجاتے ہیں۔ اس وجہ سے جھوٹ کی بھی عادت پیدا ہوتی ہے اور نشہ پینے والا اندھا دھند تقلید کا عادی ہوجاتا ہے......

جھوٹ سے بچائیں

جھوٹ سب سے خطرناک مرض ہے کیونکہ اس کے پیدا ہونے کے ذرائع نہایت باریک ہیں اس مرض سے بچہ کو خاص طور پر بچانا چاہئے۔ بعض ایسے اسباب ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ مرض آپ ہی آپ بچہ میں پیدا ہوجاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ بچہ کا دماغ نہایت بلند پرواز واقع ہوا ہے وہ جو بات سنتا ہے آپ ہی اس کی ایک حقیت بنالیتا ہے...... بچہ جو کچھ سوچتا ہے اسے واقعہ خیال کرنے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ اسے جھوٹ کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اس لئے بچہ کو سمجھاتے رہنا چاہئے کہ خیال اور چیز ہے اور واقعہ اور چیز ہے۔ اگر خیال کی حقیقت بچہ کے اچھی طرح ذہن نشین کردی جائے تو بچہ جھوٹ سے بچ سکتا ہے۔

20۔ بچوں کو علیحدہ بیٹھ کر کھیلنے سے روکنا چاہئے۔

21۔ ننگا ہونے سے روکنا۔

بچہ اپنی غلطی کا اقرار کرے

(22) بچوں کو عادت ڈالنی چاہئے کہ وہ ہمیشہ اپنی غلطی کا اقرار کریں اور اس کے طریق یہ ہیں (1) ان کے سامنے اپنے قصوروں پر پردہ نہ ڈالا جائے۔ (2) اگر بچہ سے غلطی ہوجائے تو اس سے اس طرح ہمدردی کریں کہ بچہ کو یہ محسوس ہو کہ میرا کوئی سخت نقصان ہوگیا ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ مجھ سے ہمدردی کررہے ہیں اور اسے سمجھانا چاہئے کہ دیکھو اس غلطی سے یہ نقصان ہو گیا ہے۔ (3) آئندہ غلطی سے بچانے کے لئے بچہ سے اس طرح گفتگو کی جائے کہ بچہ کو محسوس ہو کہ میری غلطی کی وجہ سے ماں باپ کو تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔ مثلاً بچہ سے جو نقصان ہوا ہو وہ اس کے سامنے اس کی قیمت وغیرہ ادا کرے اس سے بچہ میں خیال پیدا ہوگا کہ نقصان کرنے کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ کفارہ نہایت گندہ عقیدہ ہے مگر میرے نزدیک بچہ کی اس طرح تربیت کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔

(4) بچہ کو سرزنش الگ لے جاکر کرنی چاہئے۔

صدقہ کی عادت

23۔ بچہ کو کچھ مال کا مالک بنانا چاہئے اس سے بچہ میں یہ صفات پیدا ہوتی ہیں۔ (1) صدقہ دینے کی عادت (2) کفایت شعاری (3) رشتہ داروں کی امداد کرنا مثلاً بچہ کے پاس تین پیسے ہوں تو اسے کہا جائے ایک پیسہ کی کوئی چیز لاؤ اور دوسرے بچوں کے ساتھ مل کر کھاؤ۔ ایک پیسہ کا کوئی کھلونا خرید لو اور ایک پیسہ صدقہ میں دے دو۔

قومی ذمہ داری کا احساس

24۔ اسی طرح بچوں کا مشترکہ مال ہو۔ مثلاً کوئی کھلونا دیا جائے تو کہا جائے۔ یہ تم سب بچوں کا ہے، سب اس کے ساتھ کھیلو اور کوئی خراب نہ کرے۔ اس طرح قومی مال کی حفاظت پیدا ہوتی ہے۔

25۔ بچہ کو آداب وقواعد تہذیب سکھاتے رہنا چاہئے۔

ورزش اور جفاکشی

26۔ بچہ کی ورزش کا بھی اور اسے جفاکش بنانے کا بھی خیال رکھنا چاہئے کیونکہ یہ بات دنیوی ترقی اور اصلاح نفس دونوں میں یکساں طور پر مفید ہے۔

کون سا بچہ تربیت یافتہ کہلائے گا؟

اخلاق اور روحانیت کی جو تعریف میں اوپر بیان کر چکا ہوں اس کے مطابق وہی بچہ تربیت یافتہ کہلائے گا جس میں مندرجہ ذیل باتیں ہوں۔

(1) ذاتی طور پر بااخلاق ہو اور اس میں روحانیت ہو (2) دوسروں کو ایسا بنانے کی قابلیت رکھتا ہو (3) قانون سلسلہ کے مطابق چلنے کی قابلیت رکھتا ہو (4) اللہ تعالیٰ سے خالص محبت رکھتا ہو جو سب محبتوں پر غالب ہو۔

بااخلاق ہونے کا معیار

پہلے امر کا معیار یہ ہے کہ (1) جب بچہ بڑا ہو تو امور شرعیہ کی لفظاً وعملاً وعقیدتاً پابندی کرے۔ (2) اس کی قوت ارادی مضبوط ہو تا آئندہ فتنہ میں نہ پڑے (3) اس کی اپنی ضروریات زندگی کا خیال رکھنا اور جان بچانے کی قابلیت رکھنا (4) اپنے اموال وجائیداد بچانے کی قابلیت کا ہونا اور اس کے لئے کوشش کرنا۔

دوسروں کو بااخلاق بنانے کا معیار

دوسرے امر کا معیار یہ ہے: (1) اخلاق کا اچھا نمونہ پیش کرے۔ (2) دوسروں کی تربیت اور (دعوت الی اللہ) میں حصہ لے۔ (3) اپنے ذرائع کو ضائع ہونے نہ دے بلکہ انہیں اچھی طرح استعمال کرے جس سے جماعت ودین کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔

قانون پر چلنے کا معیار

تیسرے امر یعنی قانون سلسلہ کے مطابق چلنے کی طاقت رکھنے کا یہ معیار ہے: (1) اپنی صحت کا خیال رکھنے والا ہو۔ (2) جماعتی اموال اور حقوق کا محافظ ہو۔ (3) کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے دوسروں کے حقوق کو نقصان پہنچے۔ (4) قومی جزاء اور سزا کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو۔

اللہ سے محبت کا معیار

چوتھے امر کا معیار یہ ہے: (1) کلام الٰہی کا شوق اور ادب ہو۔ (2) خدا تعالیٰ کا نام اسے ہر حالت میں مؤدب اور ساکن بنا دے۔ (3) دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بکلی الگ ہو۔ (4) خدا کی محبت کی علامات اس کے وجود میں پائی جائیں۔

(انوار العلوم جلد 9 صفحہ 200 تا 208)

تبصرہ کتب

نمی کا عکس

نام کتاب: نمی کا عکس
شاعرہ: محترمہ امۃ الباری ناصر
کل صفحات: 416
زیر اہتمام: شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی

شاعری محض اظہار کا وسیلہ ہی نہیں، یہ تو انسان کے نازک قلبی احساسات اور جذبات کی آئینہ دار بھی ہوتی ہے۔ زندگی کی سچائیوں سے آگاہ ہونے کے بعد ہی سچی اور سچی شاعری کی ابتداء ممکن ہوسکتی ہے اور ایک احمدی سے زیادہ کون اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے اسی لئے احمدی شعراء اور شاعرات کے کلام میں ایک سچائی اور مقصدیت ہوتی ہے اور ان کی یہی نمایاں خصوصیت ان کا طرۂ امتیاز بھی ہے۔ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے ان کی شاعری میں وہ تمام اوصاف موجود ہیں جو کہ بلاشبہ انہیں ایک مستند اور معتبر شاعرہ کے طور پر روشناس کروانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کا شمار ان انتہائی خوش قسمت احمدی شعراء میں ہوتا ہے۔ جنہیں ہمیشہ دربار خلافت سے پذیرائی بھی ملتی رہی اور قبولیت و پسندیدگی کی سند بھی عطا ہوتی رہی اور یقیناً اسی کی بدولت ہر آنے والے دور میں ان کی شاعری میں مزید خوبصورتی اور نکھار پیدا ہوتا گیا اور ان کی شاعری صیقل ہوتی گئی۔

احمدی شاعرات میں خاندان حضرت مسیح موعود کی بزرگ ہستیوں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور محترمہ امۃ القدوس صاحبہ کی شاعری تو کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ان کے علاوہ محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ، محترمہ منیرہ ظہور صاحبہ، محترمہ شاکرہ صاحبہ، محترمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ اور محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ وہ نمایاں احمدی شاعرات ہیں جو کہ تواتر سے روزنامہ الفضل اور دیگر جماعتی جرائد میں شائع ہوتی رہی ہیں اور جماعت احمدیہ میں اس لحاظ سے اپنا ایک مستقل مقام رکھتی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ''نمی کا عکس'' جماعت کی مقبول شاعرہ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کا خوبصورت مجموعہ کلام ہے جس میں آپ نے اپنی سچائی اور شعری تخلیق کی پاکیزگی اور حسن کی بدولت اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ان کا حمدیہ اظہار و اسلوب بہت خوب ہے۔ اسی طرح نعت کے گلہائے عقیدت بھی اس شاعرہ کے دامن کو نکھارتے دکھائی دیتے ہیں۔ آنحضور ﷺ سے عشق ومحبت سے بھرپور اشعار ان کی شاعری کا اثاثہ ہیں۔

خلافت احمدیہ سے محبت وعقیدت کے والہانہ اور پُرخلوص جذبات بھی پڑھنے والوں کے دل ودماغ کو معطر کرتے ہیں۔ یہ کتاب بلاشبہ قارئین کو ایک نوید صبح جانفزا دیتی ہے۔ یہ اشعار کا ایک ایسا خوبصورت گلدستہ ہے کہ جس میں مہکنے والے پھول ہر جانب خوشبو بکھیرتے نظر آتے ہیں۔

ان کے منظوم کلام کی بنیاد حضرت اقدس مسیح موعود کے اس فرمودہ کے عین مطابق نظر آتی ہے۔

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

کتاب کی ابتداء ''عرض حال'' کے عنوان سے آپ لکھتی ہیں کہ درثمین اردو، درثمین فارسی، کلام محمود، درعدن اور بخار دل جیسے اعلیٰ مرتبہ کا منظوم کلام پوری توجہ سے ڈوب کر پچاسوں بار پڑھنے کی بدولت شعر کی لطافت، عرفان، چاشنی، شان، عظمت اور اثر کی انتہائیوں وبلندیوں سے شناسائی ہوئی۔

کتاب کے شروع میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی جانب سے ازراہ شفقت وعنایت لکھے گئے خطوط اس کتاب کے حسن کو دوبالا کررہے ہیں۔

اللہ کرے کہ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ اپنے خوشبودار اور پاکیزہ شعری سفر کو اسی طرح جاری و ساری رکھیں دل ودماغ کی تسکین اور تسلی کا سامان کرتی رہیں اور اپنے شعر وسخن کے حسن وخوبی سے محفل کو آباد اور شادکام رکھیں۔ آمین

خوبصورت طباعت اور سرورق کے ساتھ یہ کتاب جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔

نمونہ کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

تراش کر زمیں کے سارے جنگلات سے قلم
میں چاہتی ہوں رب ذوالجلال کی ثنا لکھوں

....

ہے آپؐ کا وجود ہی آئینہ صفات
لاریب آپؐ باعث تخلیق کائنات

....

جو کچھ بھی میسر تھا وہ سب بانٹ رہے ہیں
رکھے نہیں اپنے لئے کچھ خواب علیحدہ

....

خوش ہیں احمد کے فدائی کہ حضور آئے ہیں
حمد باری میں مگن پیکر نور آئے ہیں

....

ہم اے غریب الوطن مسافر خدا کے وعدوں پہ جی رہے ہیں
یہ فاصلوں کے دریدہ دامن ہم اپنی پلکوں سے سی رہے ہیں

....

جِلو میں لاتا ہے سیلاب رحمت
ذرا سا عکس آنکھوں میں نمی کا

....

غلط ہے آسماں سُوکھا پڑا ہے
زمیں کی کوکھ بنجر ہو گئی ہے

(پروفیسر عبدالصمد قریشی)

مکرم ثاقب زیروی صاحب

حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب

ویسے تو ہر شخص جسے امام جماعت احمدیہ کی نگہ انتخاب کسی دینی خدمت پر مامور کردیتی ہے۔ انتظامی امور میں احمدیہ جماعت کے ہر فرد کے لئے لائق صد تقلید و تعظیم بن جاتا ہے اور بن بھی جانا چاہئے کہ وہ امیر کارواں کا ہر لفظ اپنے کانوں سے سننے کی سعادت حاصل کرتا ہے اور اس کی ہدایات کو بالمشافہ حاصل کرنے کے فخر کا وارث بن جاتا ہے اسے براہ راست حضوری کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

لیکن نہ جانے کیوں مجھے اپنی اس مختصری زندگی میں جو میں نے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے نظم و نسق کے تحت گزاری اور جس میں مجھے بالواسطہ یا بلاواسطہ کم وبیش ہر ناظر ناظم یا بڑے انچارج کے ساتھ کام کرنے یا ان سے ملنے یا ان کے کسی کام میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کا موقع ملا اور میری طبیعت کو خاندان حضرت مسیح موعود کے افراد کے بعد (کہ ان سے تو فطرت ہی کو لگاؤ ہے) حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب (ایم اے) کی زندگی طریق کار اور تعلق سلسلہ نے سب سے زیادہ متاثر کیا۔

زریں صحبت

مجھے اپنے فرائض کی انجام دہی کے سلسلہ میں ہدایات زیادہ تر حضرت درد صاحب ہی سے لینی پڑتی تھیں جس میں مجھے ان کی قربت کے قریبی مطالعہ اور ان کے تجربے اور اخلاص سے بلاواسطہ کسب فیض کا شرف حاصل ہوا اور میں اس حقیقت کے اعتراف میں ہرگز کوئی باک محسوس نہیں کرتا کہ میں نے اعتدال فکر، تحمل مزاجی اور توازن احساس کی بیش بہا دولت ان کی محبتوں سے سمیٹی ان کے ذاتی اوصاف میں سے جن سے میں نے ایک کیف آفریں تاثر محسوس کیا۔ اگر الفاظ کا لباس دوں تو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ

”درد صاحب سرتاپا مزاج شناس محمود تھے ان کے انداز، فکر طریق استدلال اور طریق کار پر حضرت مصلح موعود کا گہرا اثر تھا“۔

وہ مجھے کوئی حکم دیتے تو بیشتر اس کے کہ میں بے سوچے سمجھے مفوضہ کام کے لئے روانہ ہو پڑتا۔ طویل المیعاد نظریات سے اس حکم کے اثرات و عواقب سمجھاتے۔ اس کے مستحسن طریق سے انجام پانے کے بعد سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے اس کے فوائد ذہن نشین کراتے۔ اس کے حسن و قبح سے خبردار کرتے۔ القصہ جب تک کامل بشاشت اور ذاتی قسم کی امنگ اور مستعدی دل میں بیدار نہ ہوجاتی اپنے پاس سے کھسکنے نہ دیتے۔ یہ ہدایات و تصریحات اس قدر واضح، مفصل اور براہ راست ہوتی تھیں کہ کوئی شق بھی محتاج تصریح نہیں رہ جاتی تھی اور یہ تو کئی دفعہ ہوا کہ کسی ایسی بات پر جس کے لئے درد صاحب مجھے تاکید فرما چکے ہوتے تھے کسی غیر متوقع ملاقات میں حضرت مصلح موعود سے ذکر چھڑ گیا اور میں نے حضرت صاحب سے قریب ہو کر قدرے لمبا کرنے کے لئے ہدایت طلب کرلیں۔ تو ان ہدایات و تشریحات کے بیشتر الفاظ بھی وہی ہوتے تھے جو درد صاحب کے ہوتے تھے گویا سلسلہ کے اس خدمت گزار نے اپنے آپ میں اپنے آقا کے مزاج کا ایسا پختہ عکس تیار کرلیا تھا کہ اب اس کی اپنی گفتار، فکر اور استدلال میں بھی وہی رنگ اور وہی جھلک پیدا ہوگئی تھی۔

محبت کمال

میرا یہ لکھنے سے یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ موصوف سے کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوتی تھی یا انجمن کے نظم و نسق کے سلسلہ میں کسی لغزش پر دوسرے ناظروں اور ناظموں کی طرح امام جماعت احمدیہ ان پر کبھی ناراض نہ ہوئے یا وہ بشریت کی کمزوریوں سے پاک تھے نہیں۔ ہرگز نہیں چونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ محبت کمال کی ان تمام بھٹیوں سے گزرے۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ قربت محبوب کی دوامی مٹھاس سے بھری ہوئی لذیذ قاشیں جتنی اس مزاج شناس کے حصے میں آئیں وہ شاید ہی کسی کے حصے میں آئی ہوں۔

طویل المیعاد منصوبے

موصوف کی دوسری بڑی صفت جس نے مجھے متاثر کیا یہ تھی کہ وہ انجمن یا سلسلہ کے کام کو انجام دیتے وقت کبھی کوتاہ بینی سے کام نہیں لیتے تھے اور اسے کبھی کسی ایک جماعت کے امیر یا پریذیڈنٹ کے کیس کے نقطہ نظر سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ ان کے پیش نظر ہر کام کو انجام دیتے وقت یہ امور رہتے تھے کہ وہ ایک ایسے امام کے نائب کے طور پر اس کام کے لئے مامور کئے گئے ہیں جس کے ارادت مند ساری دنیا میں موجود ہیں جس کے کردار پر موشگافیاں کرنے والے (ہر رنگ اور ہر مزاج کے) ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور جن میں سے کوئی بھی وقت ملنے پر کسر اٹھا نہیں رکھے گا جلد یا بدیر اس کام کے نتائج کو طویل المیعاد جماعتی پالیسی پر اثر انداز ہونا ہے۔ میں جو رپورٹ تیار کروں گا اس پر ایک ایسی پالیسی تیار ہوگی جس کا ساری دنیا کے احمدیوں سے تعلق ہوگا اور اس کے ثمرات یا خمیازے ساری جماعت کو کھانے یا بھگتنے ہوں گے لہٰذا مجھے اپنی ذات کو پرے نکال کر اپنے جذبات اور ذاتی وقار کو ایک طرف رکھ کر (کہ وہ سب میرے آقا ہی کے چشم کرم کے طفیل ہے) اس کار اہم کو انجام دینا چاہئے۔

موصوف کی ایک اور عظیم صفت جس نے میری زندگی پر گہرا نقش چھوڑا وہ ان کا ذاتی پراپیگنڈہ سے مجتنب رہنا تھا۔ وہ کوئی کار اہم انجام دے کر آتے تو اس کا کسی سے تعلّی کے انداز میں ذکر نہ کرتے بلکہ بعض اوقات تو دفتر میں یوں کسمسائے ہوئے داخل ہوتے کہ کارکنوں کو ان کے ناکام لوٹنے کا خدشہ لاحق ہوجاتا۔ دفتر میں کچھ دیر بیٹھتے پھر اطمینان کے ساتھ مختصر ترین الفاظ میں عریضہ لکھ کر حضرت صاحب کی خدمت میں بھجوا دیتے اور جب تک بلاوا نہ آجاتا اپنے کمرے میں مصروف کار رہتے۔ میں اپنے اس مختصر ترین عرصے کے مشاہدات کے بل پر یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا کہ بیسیوں ایسے کام تو مجھے یاد ہیں جن میں کامرانی کا سن کر میرا دل بشاشتوں سے بھر بھر جایا کرتا تھا جن کا سلسلہ کے مستقبل سے بڑا گہرا تعلق ہوتا تھا جو درد صاحب موصوف نے اپنے پیارے امام کے اشاروں اور ہدایات کے تحت کامرانی سے انجام دیئے لیکن ان کے ہمعصروں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور ایسا ممکن ہے آج بھی نہ ہو۔

نمود و نمائش سے اجتناب

ذاتی پراپیگنڈے اور نمود و نمائش سے احتراز ان کی طبیعت ثانیہ بن چکا تھا۔ وہ الفضل میں اپنے نام سے بہت احتراز کرتے تھے اور اگر کوئی ایسا اعلان مجبوراً اپنی طرف سے کرنا بھی پڑتا جس میں اپنے آقا کا ذکر خیر کرنا کنایۃً ضروری ہوتا تو اس میں بھی تو صیف و تحسین کو صرف ممدوح اور مرکز موضوع ہی تک مختص رکھتے۔ اپنی قربت اور ذاتی کوشش کا ہرگز ذکر نہ کرتے۔ دفتر میں احکام کم سے کم تحریری طور پر دیتے۔ اکثر باتیں اشاروں اور مقطعات ہی میں ہوتیں اور کیا یہ اجتناب کی حد نہیں ہے کہ بعض اوقات اپنی علالت پر درخواست دعا کا اعلان بھی محض اس لئے اپنے عزیزوں کو بھیجنے سے روک دیتے کہ ان کا نام چھپے گا۔ کم بولتے اور زیادہ سنتے اور اس سے کہیں زیادہ سوچتے اور میرے خیال میں یہی ان کی زندگی کی کامیابی اور اپنے آقا کے محبوب ہونے کا راز تھا۔

ماتحت کارکنوں سے سلوک

دفتری لحاظ سے درد صاحب ایک سخت افسر متصور ہوتے تھے لیکن دفتری کارکنوں کو ان کے ماتحت کام کر کے اعتماد اور طمانیت محسوس ہوتی تھی۔ کیونکہ جہاں وہ پوری بات سننے، پوری چھان بین کرنے اور پورا کام لینے کے عادی تھے وہاں اپنی غلطیوں اور ذاتی کوتاہیوں کو اپنے ماتحتوں پر ڈالنے کے ہرگز عادی نہ تھے۔ بلکہ جب ایک دفعہ پوری پوچھ گچھ کے بعد کامل اطمینان کر لیتے تو پھر اپنے دفتر کے لئے ڈھال بن کر کھڑے ہوجاتے اگر کسی سے واقعی غلطی بھی ہوگئی ہوتی تو اس کی جائز حد تک چشم پوشی اور دلداری کرتے اور اس ذاتی حوصلہ افزائی سے اس کا حوصلہ اتنا بڑھا دیتے کہ وہ اس تعلق پر فخر محسوس کرنے لگتا کہ ”میں درد صاحب کا کارکن ہوں“

نفسیاتی تجزیہ میں مہارت

موصوف کو نفسیاتی مطالعہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ مجھے خوب یاد ہے ایک دفعہ میں حضرت مصلح موعود سے کسی کام کے متعلق ہدایات لے کر نیچے اترا تو نیچے درد صاحب کھڑے تھے۔ پوچھا ”کیا حکم ملا“۔

میں نے سیڑھیوں سے اترتے اترتے ہی اس حکم کا اپنے ذہن میں کوئی مفہوم تیار کرلیا تھا۔ میں نے وہ مفہوم ملا کر بات سنا دی۔ کہنے لگے۔

یہ تو تمہارا مفہوم اور تمہارے الفاظ ہوئے نا۔

مجھے تو یہ بتاؤ حضرت صاحب نے کیا فرمایا ہے؟

میں نے پھر وہی فقرہ دوہرایا۔ پھر ہنس کر فرمانے لگے۔

مانا تم بہت عقلمند ہو میں تمہارا مفہوم تمہاری تاویل سب کچھ سنوں گا۔ سب سے پہلے مجھے اصل الفاظ بتاؤ جو حضرت صاحب نے اپنی زبان مبارک سے فرمائے ہیں۔

اب کے میں نے وہ الفاظ بتائے تو ہنس دیئے اور بے اختیار ہنستے ہنستے مجھے بازو سے پکڑ کر اپنے دفتر میں لے گئے اور پھر جوان الفاظ کی ظاہری ہیئت میں تشریح شروع کی تو مجھے احساس ہوا کہ میں تو بالکل ہی الٹ سوچ رہا تھا۔ اگر خدانخواستہ مجھے درد صاحب نیچے نہ ملتے اور میں اس کام کو اس طریق سے انجام دے آتا جس طرح کہ میں نے اسے اولین ساعت میں سمجھا تھا تو نتیجہ بالکل برعکس ہوتا۔

لیکن اس سارے واقعہ کا شاندار پہلو یہ ہے کہ دوسرے تیسرے دن اسی کام میں کامرانی کے متعلق جب میں نے انہیں حضرت صاحب سے ذکر کرتے سنا تو اس میں صرف میری حوصلہ افزائی ہی کے کلمات تھے۔ اپنا ذکر نام کو بھی نہیں تھا۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ درد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت

سے بڑی فیاضی سے نوازا تھا جسے علماء اخلاق و تربیت نے بے لوث راہنمائی کا نام دیا ہے۔ جوان جولانیوں کو اعتدال کی راہوں پر لگانے کا تو انہیں بہترین ملکہ حاصل تھا اور جہاں کہیں ان کے مستقبل کا سوال پیش آجاتا تو اس میں وہ کبھی ذاتی مفادات کو آڑے نہ آنے دیتے۔

کم گو۔ کم آمیز

یہ کون نہیں جانتا کہ موصوف ایک بہت بڑے سکالر ایک اجل عالم احمدیت اور سلسلہ کے ان اولین واقفین میں سے تھے جو ریٹائر ہوکر اور دینوی زندگی کی لذات چکھ کر نہیں بلکہ دنیا کو درخور اعتنا نہ جانتے ہوئے اس کی جاذبیتوں سے پہلو بچا کر زندگی کی اولین بہاروں ہی میں لبیک اللّٰھم لبیک پکارتے ہوئے سلسلہ کی خدمت کے لئے آحاضر ہوئے تھے لیکن مجھے اعتراف ہے کہ ان کی زندگی پر ان رخوں سے لکھنے والے مجھ سے بہتر وجود موجود ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اس عظیم اور انتھک خدمت گزار کی ان خدمات کو منصۂ شہود پر لانے کی ضرور کوشش فرمائیں گے جو آئندہ نسلوں کی راہنمائی کا موجب بن سکتی ہیں۔

کم گوئی اور کم آمیزی آپ کی دو مخصوص عادتیں تھیں۔ انہی کے سبب بعض ایسے افراد جو ان کے قریب نہ ہوسکے ان کے متعلق یہ کہتے ہوئے بھی سنے گئے کہ

وہ ایک پُراسرار آدمی ہے، کسی سے بولتا نہیں، لباس سے بے پروا رہتا ہے۔ حضرت صاحب کی محفل میں بھی میلے کپڑوں ہی سے چلا یا جاتا ہے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ شخص فنا فی السلسلہ تھا۔ فنا فی المحمود تھا اور اس کی زندگی کا ہر ثانیہ، ہر لحظہ ہر ذوق اور ہر خواہش اللہ اور اس کے دین کے لئے وقف ہوچکی تھی اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آج اسی کم گو، کم آمیز اور میلے کپڑوں والے درد کے لئے اس کے آقا کی آنکھیں پُرنم ہیں۔ کون اندازہ کرسکتا ہے اس روح کی مسرت کی گہرائیوں کا جو مہکتی فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے یہ دیکھ رہی ہوگی کہ اس کا محبوب اس کے لئے سوگوار ہے۔ اس کا مرکز حسن وخوبی اس کے لئے اشکبار ہے لیکن نہیں۔

شاید حقیقی محبت کی تڑپ اسے اس اضطراب اور درد وکرب کو مسرت بھری نگاہوں سے بھی نہ دیکھنے دے۔

میرا خدا اس روح کو اپنے فضل سے نوازے اسے اپنے ذاتی قرب کی طمانیتوں سے فیض یاب کرے۔

(تجربات جو ہیں امانت حیات کی ص310 تا316)

مکرم سید حنیف احمد قمر صاحب

سیرالیون کے مخلص احباب جماعت اور بے نفس مربیان سلسلہ کی چند یادیں

آج سے ایک سو سال قبل 1915ء یعنی ایک شخص لندن سے بحری جہاز میں سوار ہوا۔ سوار ہونے سے قبل اس نے ایک اخبار خرید کر پاس رکھ لیا۔ کئی دن کے سفر کے بعد جہاز فری ٹاؤن پہنچا تو وہ شخص جہاز سے اُتر کر ریلوے سٹیشن پر پہنچا۔ اور گاڑی کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ لندن سے خریدا ہوا اخبار اُس کے ہاتھ میں تھا۔ گاڑی آئی تو اُس شخص نے وہ اخبار وہیں چھوڑا اور خود گاڑی میں سوار ہوکر بو (بو شہر اُس وقت سیرالیون کا دارالحکومت تھا) چلا گیا۔ گاڑی جانے کے بعد ریلوے کا ایک ملازم سٹیشن کے معائنے کے لئے پلیٹ فارم کی طرف نکلا۔ اخبار کو دیکھا اور پاس رکھ لیا۔ اس ملازم کا نام پاموسیٰ گابا تھا (سیرالیون میں پاکسی مرد کو عزت سے بلانے کے لئے استعمال ہوتا ہے) اس اخبار کا مطالعہ کیا تو اس میں ایک اشتہار احمدیہ مشن لندن کی طرف سے تھا اشتہار میں ایڈریس بھی دیا ہوا تھا۔ پاموسیٰ نے اخبار میں درج پتہ پر خط لکھا اور کچھ کتب منگوائیں۔ کتب بھیجنے والے نے کتب کے ساتھ چند پمفلٹ اور بیعت فارم بھی رکھ دیئے۔ پاموسیٰ گابا (MUSA GARBER) ایک نیک دل مسلم تھا۔ اس نے کتب کے مطالعہ کے بعد بیعت فارم پُر کر کے لندن بھجوا دیا۔ یوں یہ پیش خبری میں ''تیری (۔) کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' سیرالیون کے لئے پوری ہوئی یہ وہ پہلا احمدی تھا جس نے سیرالیون میں جماعت کی بنیاد رکھی پاموسیٰ گابا نے لمبی عمر پائی تاہم ان کی زندگی میں ان کے خاندان میں کوئی اور احمدی نہ ہوا۔

خاکسار کا جب اس خاندان سے رابطہ ہوا تو کچھ عرصہ بعد ان کی ایک بیٹی محترمہ زینب طورے صاحبہ نے بیعت کرلی تھی بہت تعاون کرنے والی تھیں لجنہ کے اجلاسوں وغیرہ میں باقاعدگی سے حاضر ہوتی تھیں اکثر میری اہلیہ کے پاس گھر آجاتی تھیں۔ جب تک فری ٹاؤن میں جماعت نے اپنی بیت نہ بنالی اکثر ان کے گھر میں نمازیں ہوتی رہیں۔ ان کے مخالف رشتے دار بھی ان کی نیکی کے قائل تھے اور انہیں بزرگ سمجھتے تھے۔ یہ سب باتیں خاکسار کو پاموسیٰ گابا کے عزیزوں سے اور بعض پرانے احمدیوں سے معلوم ہوئیں۔ اس ضمن میں خاکسار بعض دیگر پرانے احمدیوں کا بھی ذکر کرتا ہے۔ تاکہ ان کے لئے دُعا کی تحریک ہوجائے۔

خاکسار کی فری ٹاؤن میں رہائش سے قریب مکرم عبدالکریم بنگورا صاحب رہتے تھے۔ شہر سے باہر جانے والی سڑک کے کنارے ان کا گھر تھا۔ گاہے سیر کرتے میرے پاس آجاتے۔ خاکسار بھی ان سے اکثر ملتا رہتا۔ بتایا کرتے تھے کہ خاکسار نے اپنے والد کے ہمراہ 1939ء میں بیعت کی تھی اُس وقت میری عمر صرف 6 سال تھی۔ ان کا علاقہ مکبورکا کے قریب تھا سکول ٹیچر تھے پھر سیکرٹری تعلیم رہے۔ آخر پر صدر انصاراللہ کی حیثیت سے خدمات بجالاتے رہے۔ خاکسار کو جب بھی ضرورت ہوتی خاکسار اپنی طرز پر انگریزی میں مضمون لکھ کر انہیں دے دیتا وہ اس کو اچھی انگریزی میں ڈھال دیتے A.K Bangura کے نام سے مشہور تھے بہت محنتی تھے۔ روز کا کام روز مکمل کرتے تھے۔ اساتذہ اکثر ان کے غصہ کا ذکر کرتے تھے۔ تاہم خاکسار نے کبھی انہیں غصہ میں نہیں دیکھا کچھ عرصہ کے لئے رسالہ ''THE TRUTH'' کے ایڈیٹر بھی رہے۔

محترم بنگورہ صاحب کے گھر کے قریب ہی پاسلیمان مانسہرے بھی رہتے تھے یہ بھی پُرانے احمدی تھے۔ فری ٹاؤن کے رہنے والے تھے پہلے ان کا بندر سدھانے کا کام ہوتا تھا۔ پھر یہ بند ہو گیا۔ انہوں نے مالی لحاظ سے اچھا وقت دیکھ رکھا تھا۔ تاہم تنگی میں بھی کبھی شکوہ نہیں کیا۔ ان کے بچے پڑھ لکھ گئے تھے۔ اکثر کہتے کہ احمدیہ سکول فری ٹاؤن نے میرے بچوں کو تعلیم یافتہ بنادیا ہے۔ نماز کے بہت پابند تھے۔ دھیما مزاج رکھنے والے۔ جب بھی خاکسار کا جانا ہوتا۔ بہت خوشی کا اظہار کرتے عموماً اہلیہ ساتھ ہوتی تھیں کہا کرتے تھے کہ بچوں کو بھی لے کر آیا کرو۔ ان کی اہلیہ محترمہ زینب صاحبہ اکثر میری اہلیہ کو کہا کرتی تھیں کہ آپ لوگوں کے آنے سے پاسلیمان مانسہرے صاحب بہت خوش ہوتے ہیں۔ کئی بار کھانا پکا کر بھجوایا کرتے تھے بہت خدمت کرنے والے تھے۔

سیرالیون میں تین دوست ایسے تھے جنہوں نے زندگی وقف کر کے پاکستان جامعہ احمدیہ ربوہ سے تعلیم حاصل کی۔

مینڈے قبیلہ سے تعلق رکھنے والے یوسف خالد ڈوروی تھے۔ بہت سادہ اور نیک مزاج، شوخی اور شرارت ان کے مزاج میں ہی نہ تھی۔ جامعہ احمدیہ ربوہ میں میرے سینیئر تاہم ان سے اچھا تعلق بن گیا تھا۔ سیرالیون جا کر یہ تعلق مزید ترقی کرتا گیا۔ بہت مہمان نواز تھے۔ گھر میں مرغیاں پالا کرتے تھے ایک دفعہ کسی نے اعتراض کیا کہ مرغیاں گند بہت پھیلاتی ہیں۔ کہنے لگے جب مہمان آتا ہے تو پھر ذبح کر کے کھلانے میں مزہ بھی بہت آتا ہے۔ بہت محنتی تھے۔ دینی خزائن کا اکثر مطالعہ کرتے دیکھا۔ بہت دعائیں کرنے والے تھے۔ ان کی اہلیہ چونکہ پاکستان میں پرورش پا چکی تھیں لہٰذا پاکستانی کھانے بہت اعلیٰ ذائقہ والے بناتی تھیں۔ مکرم ٹومی کالون صاحب جو کہ یوکے میں صدر خدام الاحمدیہ رہ چکے ہیں ان کے قریبی عزیز تھے۔ 2006ء میں اپنے مولا کے حضور حاضر ہوگئے۔

اسی طرح پاکستان میں جن سے دوستی ہوئی ان میں سے فواد محمد کانو صاحب بھی تھے روکوپُر کے قریبی علاقے کے رہنے والے تھے۔ تعلق بنانے کا ان کو ہنر آتا تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا ذہن عطا کر رکھا تھا۔ ٹمنی ان کی مادری زبان تھی تاہم مینڈے اور فولا زبانیں بھی جانتے تھے نیز انگریزی کے علاوہ اُردو بھی بہت اچھی جانتے تھے آواز بہت اچھی تھی۔ تلاوت اور نظم بہت اچھی پڑھتے تھے۔ پاکستانی کھانے کے بہت شوقین تھے جب بھی فری ٹاؤن آنا ہوتا فون کر دیتے کہ فلاں وقت پہنچ رہا ہوں چپاتی وغیرہ تیار رکھنا کھانا کھاؤں گا۔ ان کو پاکستان ایک بار پھر دیکھنے کا شوق تھا تاہم زندگی نے وفا نہ کی اور 2006ء میں مولا کے حضور حاضر ہوگئے۔ جس سے ایک بار تعلق بن جاتا اس کو قائم رکھتے ان کے علاقے کے بعض لوگ فری ٹاؤن میں آباد تھے جب بھی فری ٹاؤن آتے ان کی خبر گیری کرتے تھے۔ بعض غرباء کی مستقل مدد کرتے تھے۔

ان کے ساتھ بھی سفر کرنے کا موقع ملا۔ راستہ میں بات چیت شروع ہوتی تو اپنے ڈھب پر لا کر جماعت کا پیغام پہنچانا شروع کر دیتے ان کا ایک بیٹا انور نام تھا فواد کی خواہش تھی کہ وہ بھی مربی بنے اللہ تعالیٰ ان کی خواہش پوری فرمائے۔

تیسرے دوست جو جامعہ احمدیہ ربوہ سے تعلیم یافتہ تھے وہ بھی 2006ء میں اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے۔ وہ ہارون جالو صاحب تھے ان کے والد تو فولانی قبیلہ سے تھے تاہم ان کی والدہ ٹمنی تھیں۔ لہٰذا یہ بھی ٹمنی بولتے تھے۔ بہت سادہ مزاج کوئی چالاکی نہ تھی اور شریف انسان تھے۔ (ان کے والد کے بارہ میں سنا ہے کہ بہت پُرجوش داعی الی اللہ تھے)۔ شریعت کے پابند تھے۔ ایک دفعہ ہارون صاحب کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ کسی نے لفٹ مانگی انہوں نے گاڑی روکی جب وہ شخص بیٹھنے لگا تو پتہ چلا کہ شراب پیئے ہوئے ہے اور بوتل بھی ساتھ رکھی ہوئی ہے۔ فوراً معذرت کی کہ یہ جماعت احمدیہ کی گاڑی ہے اس میں نہ شرابی سفر کرسکتا ہے اور نہ شراب لے جائی جاسکتی ہے۔

یہ سب بہت محبت کرنے والے دوست تھے۔ اللہ ان سب کو مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے اور ان کی اولادوں میں ان کی نیکیوں کو قائم رکھے۔ آمین۔

مکرم محمد اکرم خالد صاحب

میرے والد محمد طفیل ننگلی صاحب اور ہمارا خاندان

قبول احمدیت، بزرگان کی شفقتیں، عبادات کا شوق اور ایمان افروز واقعات

خدائے بزرگ و برتر کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمارے آباؤاجداد کو محض اپنے فضل سے امام آخرالزمان حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہمارا گاؤں قادیان بہشتی مقبرہ سے ملحقہ ننگل باغبان کے نام سے مشہور ہے جو اب تقریباً قادیان کا ایک حصہ ہی بن چکا ہے۔

ہمارے خاندان کا قبول احمدیت کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے۔ اباجی محمد طفیل ننگلی صاحب بتایا کرتے تھے کہ ہمارے والد وریام دین صاحب چار بھائی تھے اور نہایت سادہ مزاج لوگ تھے۔ ایک دن چاروں بھائیوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ ہمیں کوئی پیر ڈھونڈنا چاہئے۔ آخرت میں نجات کے لئے پیرومرشد کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ بڑے غوروخوض کے بعد فیصلہ ہوا کہ مولوی غلام احمد بڑا نیک آدمی ہے سارا دن بیت میں پڑا رہتا ہے۔ لہٰذا اسے ہی اپنا پیر بنا لینا چاہئے۔ اس وقت کے رواج کے مطابق چاروں بھائی تیار ہوکر دیسی شکر کا ایک تھال بھر کر اوپر چاندی کا ایک روپیہ رکھا اور ایک پگڑی لے کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور عرض کیا کہ ہمارا یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیں اور ہمارے پیر بن جائیں اس وقت آپ ہی ہماری نظر میں سب سے نیک آدمی ہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے پیر بننے کا خداتعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ہوا۔ لہٰذا میں یہ کام نہیں کرسکتا۔

چند سال بعد حضرت اقدس نے خداتعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں بیعت لینے کا اعلان کردیا مگر افسوس کہ یہ سادہ لوگ اپنی سادگی میں کہنے لگے کہ مرزا صاحب کو ہماری شکر پگڑی اور روپیہ اب یاد آنے لگا ہے جب ہم خود لے کر گئے تھے تو قبول نہیں کیا اسی ناراضگی میں بیعت سے محروم رہے۔ پھر انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کرکے ہمیں بھٹکنے سے بچالیا۔ میرے والد صاحب چار بھائی تھے۔ یہ خداتعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ چاروں بھائی دل وجان سے خلافت سے چمٹے رہے اور اس کی برکات سے مستفیض ہوتے رہے نیز اپنی اولادوں کو بھی اسی راہ پر گامزن کرگئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آخری دم تک خلافت کی برکات سے نوازتا رہے۔

میرے بڑے تایا جان مکرم محمد یعقوب صاحب ننگلی الفضل کے کاتب رہے۔ اپنے سب سے بڑے بیٹے مکرم مولوی محمد صدیق صاحب ننگلی کو خداتعالیٰ کی راہ میں وقف کردیا جو استاد جامعہ احمدیہ ربوہ، سیرالیون کے علاوہ بطور مربی مغربی افریقہ میں خدمات کی توفیق پاتے رہے۔ قرآن کریم کی تلاوت نہایت خوش الحانی سے کیا کرتے تھے۔ بیت المحمود ربوہ میں امام الصلوٰۃ کے فرائض کی توفیق پائی۔ اب ان کے بھتیجے عزیزم محمود احمد طلحہ صاحب مربی سلسلہ خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔ میرے چھوٹے تایا جان مکرم جلال الدین صاحب جو اپنی پارسائی کی وجہ سے مولوی صاحب کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ بہت صفائی پسند اور نماز باجماعت کے سختی سے پابند تھے۔ نماز کے وقت کام کاج فوراً بند کرکے بیت میں پہنچ جاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ محمد آباد سٹیٹ سندھ میں چوہدری عطاء مرحوم وکیل الزراعت نے بیت میں کھڑے ہوکر تمام نمازیوں کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ جلال الدین صاحب کا نمونہ ہمارے لئے قابل رشک ہے کہ باوجود زمیندارہ کرنے کے نہایت صاف ستھرے کپڑوں کے ساتھ ہر نماز میں بروقت پہنچ کر نداء دیتے ہیں۔ نماز کے لئے اپنے الگ کپڑوں کا ایک جوڑا رکھا تھا جو نماز کے وقت تبدیل کرکے فوراً بیت الذکر میں پہنچ جاتے تھے۔ اپنی مسحورکن نداء کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔

آپ کو حضرت مصلح موعود کے ساتھ کئی دورہ جات میں بطور خدمت گار ساتھ جانے کا موقع ملتا رہا۔ نداء دینا آپ کے فرائض میں تھا۔ مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ نداء کے وقت مجھے کسی کام جانا پڑا۔ نداء کسی اور نے کہہ دی۔ آپا جان نے کارکنان کو سختی سے ہدایت کی کہ نداء کے وقت جلال الدین کو کسی کام نہ بھیجا جائے۔ صرف جلال الدین ہی نداء دیا کرے گا۔ ایمانداری میں مشہور تھے۔ لوگ امانتیں ان کے پاس رکھوایا کرتے تھے۔

میرے چچا جان مکرم محمد صادق صاحب ننگلی درویش قادیان اپنی قربانیوں میں ہم سب سے آگے نکل گئے۔ جن چند جاں نثاروں نے اپنی زندگی مرکز احمدیت قادیان کی حفاظت کی غرض سے پیش کی ان کی منظور شدہ تعداد تین صد تیرہ تھی آپ بھی ان خوش نصیبوں میں سے ایک تھے۔ ان درویشوں کی قربانیاں کسی بھی وقت کسی بھی حالت میں نظرانداز نہیں کی جاسکتیں کہ خلیفہ وقت کی ایک آواز پر اپنا سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے بیٹھ گئے اور کبھی بھی کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا بس ایک ہی مطمح نظر تھا کہ میرا جینا میرا مرنا میرا اٹھنا میرا بیٹھنا میرا ہنسنا میرا رونا سب خدا کی خاطر ہے۔ بیوت الذکر کی آبادی دعاؤں کا شغف عبادت کی چاشنی شب بیداری ان کی زندگی کا خلاصہ تھا۔ وہ ایک بنیان مرصوص کی طرح تھے۔ اطاعت وفرمانبرداری کے پیکر جان ہتھیلی پر رکھ کر وہ کام کرگزرتے جس کا حکم ہوتا۔ کسی بات سے انکار کا سوال ہی نہ تھا۔ نہ دن دیکھے نہ رات، نہ کھانے کی پرواہ کرتے نہ پانی کی۔ خالی ہاتھ ہونے کے باوجود بادشاہ تھے اور حضرت مصلح موعود کے اس مصرع کے پورے پورے مصداق تھے۔

''بادشاہوں سے بھی افضل ہے گدائے قادیاں''

مورخہ 5 نومبر 2011ء آپ کی وفات ہوگئی۔ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 11 نومبر 2011ء کو آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور خطبہ جمعہ میں آپ کو درج ذیل خراج تحسین پیش فرمایا۔

''ہمارے درویش ہیں قادیان کے مکرم چوہدری محمد صادق صاحب ننگلی ابن مکرم وریام دین صاحب ننگلی 29/ اکتوبر کو گر گئے تھے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی دل کی تکلیف بھی تھی علاج وغیرہ ہوتا رہا لیکن بہرحال 5 نومبر کو ان کی وفات ہوگئی۔ حضرت مصلح موعود نے جب درویشی کی تحریک کی تو آپ ابھی چھوٹے تھے لیکن آپ نے اس تحریک پر بڑے اخلاص سے لبیک کہا اور آخردم تک پوری وفا کے ساتھ اس عہد کو نبھایا۔ آپ مرکز دفاتر میں خدمت بجالاتے رہے۔ علاوہ ازیں قادیان میں جماعت کی بہت سی ایسی زمینیں جو غیرہموار تھیں انہیں ہموار کرنے کی بھی توفیق پائی۔ آپ ایک ہمدرد ذہین اور مخلص کارکن تھے۔ آپ کو خدمت خلق کا بہت شوق تھا۔ دودھ سبزیاں، پھل اور اناج وغیرہ چونکہ گھر کا ہوتا اس لئے آپ مختلف گھروں میں بلامعاوضہ کچھ نہ کچھ روزانہ بھجوایا کرتے تھے۔ جلسہ سالانہ قادیان پر آنے والے مہمانوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے اور ان کے آرام اور کھانے پینے کیلئے اپنی طاقت سے بڑھ کر خرچ کیا کرتے تھے۔ انتہائی ملنسار غریب پرور، صابروشاکر صوم وصلوٰۃ کے پابند مخلص انسان تھے۔ اولاد کی بہترین رنگ میں تربیت فرمائی۔ موصی تھے۔ ان کے پسماندگان میں چار بیٹے ہیں جو ان کی یادگار ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم ڈاکٹر محمد عارف صاحب جو افسر جلسہ سالانہ اور ناظر مال خرچ تھے۔ گزشتہ سال وفات پاگئے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔''

(روزنامہ الفضل 28 فروری 2012ء)

پیارے آقا نے فرمایا ہے کہ آپ ایک ہمدرد ذہین اور مخلص کارکن تھے۔ آپ کی ذہانت کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔ قادیان میں ایک کارخانہ میک ورکس کے نام سے تھا جس میں سمت معلوم کرنے کے لئے بحری جہازوں میں استعمال ہونے والے کمپاس تیار ہوتے تھے اس کمپاس میں ایک پرزہ جیول (Jewl) لگتا تھا جو جرمنی سے بن کر آتا تھا۔ چچا جان مرحوم نے یہ جیول خود تیار کیا جو جرمنی بھجوایا گیا جو ہر لحاظ سے فٹ پایا گیا۔ جرمنی کے انجینئر زنے اس کاریگر کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ کارخانہ میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں جرمنی کے انجینئر زنے شرکت کی۔ آپ عمر میں بہت چھوٹے تھے۔ آپ کو میز پر کھڑا کرکے دکھایا گیا اور خوشنودی کا اظہار کیا گیا کہ یہ قیمتی پرزہ ہمارے کارخانے میں تیار ہونے لگا ہے۔ اس خوشی میں آپ کی اجرت بھی دوگنی کردی گئی۔

جیسا کہ حضور انور نے فرمایا ہے کہ اولاد کی بہترین رنگ میں تربیت فرمائی۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم ڈاکٹر محمد عارف صاحب جو افسر جلسہ سالانہ اور ناظر مال خرچ تھے۔ بڑے بیٹے مکرم محمد اکبر صاحب قادیان میں بہت سے جماعتی عہدوں پر فائز ہیں۔

میرے والد مکرم محمد طفیل صاحب ننگلی سلسلہ عالیہ احمدیہ پر دل و جان سے فدائی تھے۔ خلفاء سلسلہ و بزرگان دین اور مناظروں کے بہت سے واقعات نہایت پُرجوش انداز میں سنایا کرتے تھے۔ باوجود ناخواندہ ہونے کے بہت سے اشعار درثمین و کلام محمود سے زبانی یاد کررکھے تھے۔ جب کبھی بخار ہوجاتا تو اونچی آواز میں خوش الحانی سے اشعار پڑھنے شروع کردیتے اور کہتے کہ مجھے اس سے سکون ملتا ہے۔ بعض دفعہ سخت بخار سے کراہ رہے ہوتے تو ہم جان بوجھ کر اختلافی مسائل چھیڑ دیتے یا کوئی مناظرے کا واقعہ سنانے کیلئے کہتے تو اس قدر پُرجوش اور انہماک سے سناتے کہ جیسے کوئی بیماری ہے ہی نہیں۔

خداتعالیٰ کے فضل سے بہت مضبوط جسم کے مالک تھے۔ ہمیں بتایا کرتے کہ ایک مرتبہ ہم حضرت مصلح موعود کی ٹانگیں دبا رہے تھے تو حضور انور نے دوسرے دوست کو یہ کہہ کر ہٹا دیا کہ تم گدگدی کررہے ہو اور مجھے ارشاد ہوا کہ تم ٹھیک دبا رہے ہو۔ آپ بہت ہی قناعت پسند اور نہایت تنگی کی حالت میں بھی کسی سے قرض لینا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ تنگی ترشی میں بھی ہمیشہ شاکر رہتے۔ کوئی شکوہ زبان پر نہ لاتے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے والہانہ محبت رکھتے۔ تاریخ احمدیت میں درج آپ کا ایک خط ان جذبات کی خوب عکاسی کرتا ہے۔

قادیان دارالامان سے ہجرت کے وقت آپ کے تینوں بھائی اور بھتیجا مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے قادیان میں ٹھہر گئے تھے آپ اکیلے ان سب کے اہل واعیال کو ساتھ لے کر بے یارومددگار لاہور آگئے وہاں سے آپ نے ایک خط ارسال کیا جو کہ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے تاریخ احمدیت میں محفوظ کیا ہے اور اس کا متن درج ذیل ہے۔

خط نمبر 19 مکرم محمد طفیل صاحب ننگلی نے محمد یعقوب صاحب جلال الدین صاحب محمد صادق اور محمد صدیق صاحب کو ذیل کا مکتوب ارسال کیا۔

آپ کا نوازش نامہ ہمارے لئے باعث صد مسرت ہوا اور ہمارے مغموم دلوں کو آپ کے اس نوید جانفزا نے کہ ہم دیار محبوب میں شعائراللہ کی حفاظت کے لئے درویشانہ زندگی بسر کریں گے خوشی سے بدل دیا بیشک ہم اس وقت نہایت کسمپرسی کی حالت میں بے یارومددگار ہیں بچے بیمار ہیں نہ زادراہ ہے۔ متوکل علی اللہ اب لاہور سے کسی جہت

نکل جائیں گے اور صمیم قلب سے یہ دعا کرتے رہیں گے کہ آپ جو عظیم الشان مقصد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو نوازے اور آپ کے عزم واستقلال، پایہ ثبات کو ثابت قدم رکھے اور توقع رکھتے ہیں کہ ہر وہ گھڑی جس میں زندگی اور موت کا سوال ہو آپ صف اول میں کھڑے ہوں گے۔

(30 اکتوبر 1947ء تاریخ احمدیت جلد 11 ص 141 تا142)

میں حیران ہوتا ہوں کہ کس قدر متوکل علی اللہ یہ لوگ تھے۔ نہ گھر بار نہ راشن نہ پانی اجڑے پجڑے لوگ تین بھائیوں کی مکمل فیملیز کے بڑے چھوٹے سترہ اٹھارہ افراد جن کی اپنی کوئی منزل نہیں اپنے ان درویش بھائیوں کا حوصلہ بڑھاتے ہیں بلکہ نصیحت کرتے ہیں کہ تم شعائر اللہ کی حفاظت کی خاطر ڈٹے رہو۔ تمہارے پایہ ثبات میں کوئی لغزش نہیں آنی چاہئے۔ ہمارا کوئی فکر نہ کرنا۔ اے میرے پیارے اللہ تو میرے والد صاحب کی اسی ایک خدمت کو قبول فرماتے ہوئے بخش دے کہ تو بڑا غفور الرحیم ہے۔

والد صاحب کی شادی نہایت سادگی سے ہوئی۔ میرے نانا جان منشی محمد عبداللہ صاحب پاکستان بننے سے پہلے ہی سندھ شفٹ ہو گئے تھے۔ حضرت مصلح موعود کے ساتھ سندھ تحریک جدید کی زمینوں کا سروے کرنے کا موقع بھی ملتا رہا۔

میرے والد صاحب اپنے بھائی جلال الدین صاحب کے ہمراہ حضرت مصلح موعود کے قافلہ میں قادیان سے سندھ گئے وہاں ناصر آباد سٹیٹ سے دونوں بھائی بارات لے کر نانا جان کے ہاں غالباً محمود آباد سٹیٹ پہنچے اور میری امی جان کو بیاہ کر ناصر آباد لے آئے۔ وہاں حضرت ام طاہر نے کلیوں (چنبیلی) کا ہار پرو کر حضرت میاں طاہر احمد (خلیفۃ المسیح الرابع) جو ابھی چھوٹے تھے کے ذریعہ بھجوایا۔ پھر اسی قافلے کے ساتھ یہ نو بیاہتا جوڑا واپس قادیان پہنچا۔ امی جان بتایا کرتی تھیں کہ راستے میں حضرت ام طاہر نے میرا بہت خیال رکھا۔ میں شرم سے کچھ نہ کھاتی تھی مجھے بار بار کھانے پینے کی تاکید کرتیں۔ ایک ماں کی طرح مجھے نصائح کرتیں۔ یہ کیسے عظیم مرتبہ کے لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ بہت بہت درجات بلند فرمائے خاندان حضرت مسیح موعود کے تمام افراد کے جو خدا کو پیارے ہو گئے۔

آخری ایام میں وفات سے قبل بیت المبارک میں ظہر کی نماز کے وقت دل کا شدید حملہ ہوا۔ فوری طور پر فضل عمر ہسپتال کے ICU میں داخل کر دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اپنے عزیز و اقارب کو بلوالیں۔ خدا تعالیٰ کوئی معجزہ دکھلا دے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ والد صاحب کو بار بار غشی کے دورے پڑتے تھے۔ ایک بار ہوش آیا تو آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میں نے پوچھا کہ کیا کوئی درد ہو رہا ہے۔ فرمانے لگے کہ نہیں تو پھر آنسو کس بات کے؟ بڑے درد سے کہنے لگے کہ اکرم میرے پلے کچھ نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔ آپ خلافت کے شیدائی رہے ہیں خدا آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ چند ہی روز میں خدا تعالیٰ نے معجزانہ طور پر شفائے کاملہ عطا فرمائی۔ شفایاب ہونے کے بعد عبادات میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ پانچوں نمازیں بیت المبارک میں ادا کرتے۔ بقیہ وقت بہشتی مقبرہ میں دعائیں کرتے گزارتے۔ دیر سے گھر آتے تو ہم پریشان ہو جاتے اور مذاق سے کہتے کہ ابا جی کو خدا تعالیٰ نے مہلت دے دی ہے اب آخرت کا پلڑا بھاری کر رہے ہیں۔ چند ماہ بعد اچانک دل کی تکلیف ہوئی ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی خدا تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

میری والدہ محترمہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے صوم وصلوٰۃ کی بہت پابند تھیں۔ تہجد کی نماز بہت لمبی پڑھا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ میں نے پوچھا کہ آپ کو نماز تہجد کا شوق کیسے پیدا ہوا تو بتایا کہ مجھے شدید کھانسی کی تکلیف ہو گئی جس کی وجہ سے کبھی کبھی تو ساری رات جاگ کر گزارنا پڑتی۔ ایک دن میں نے خدا تعالیٰ کے حضور نہایت درد دل سے دعا کی کہ اے **میرے پیارے خدا اگر تو مجھے شفاء عطا فرما دے تو میں اس طرح جاگنے کی بجائے رات تیری عبادت میں کیوں نہ گزاروں۔** چنانچہ خدا تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ اس کے بعد ایک مرتبہ بھی کھانسی کی تکلیف نہیں ہوئی اور اس وقت سے خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے نماز تہجد کی باقاعدگی سے توفیق مل رہی ہے اور پھر تادم مرگ اپنے اس عہد کو نبھایا۔ بہت صفائی پسند تھیں۔ نماز کے لئے ایک الگ صاف ستھرا کپڑوں کا جوڑا رکھا ہوتا تھا۔ میری ہوش میں کوئی دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ مرحومہ نے نماز تہجد نہ پڑھی ہو۔ ذرا اونچی آواز میں نام لے لے کر خلفاء کے لئے بزرگان سلسلہ کے لئے دکھی انسانوں کے لئے لمبی لمبی دعائیں کرتیں، غرباء کی بہت ہمدرد تھیں۔ قادیان سے ہجرت کی دردناک واقعات بڑے پُر آشوب زمانے کے حالات بڑے حوصلے سے سنایا کرتی تھیں اور ہر عسر یسر خدا کی رضا پر راضی۔

مذکورہ تمام مرحومین خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ میرے چچا مکرم محمد صادق صاحب ننگلی اور ان کے بیٹے ڈاکٹر محمد عارف صاحب بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں جبکہ میرے والدین والد صاحب کے دونوں بڑے بھائی اور مکرم مولوی محمد صدیق صاحب ننگلی بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہیں۔

تمام قارئین کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے والدین اور سب مرحومین کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں ان کی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے خلافت سے چمٹے رہنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

پودینہ کی افادیت

ترکی کے ماہرین صحت کا کہنا ہے کہ پودینہ کولیسٹرول کو کم کرنے کے ساتھ ساتھ ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے۔ جدید تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ پودینے کا مسلسل استعمال انسانی جسم میں کولیسٹرول لیول کو کم کرتا ہے اور اس میں موجود میگنیشیم ہڈیوں کو طاقت دیتا ہے۔ یہ بظاہر ایک معمولی سی سبزی نظر آتی ہے تاہم اس میں بے شمار خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پودینے کی پتیوں کا تازہ رس لیموں اور شہد کے ساتھ اسی مقدار میں شامل کر کے استعمال کرنے سے پیٹ کی تمام بیماریوں کو افاقہ ہوتا ہے۔ کھانسی اور زکام کی صورت میں پودینے کا رس کالی مرچ اور کالے نمک کے ساتھ ابال کر استعمال کرنے سے آرام آتا ہے۔ ہچکی کی صورت میں پودینے کی پتیاں چبانے سے ہچکیاں بند ہو جاتی ہیں، گرمیوں میں جی متلانے اور الٹی آنے کی صورت میں ایک چمچہ خشک پودینے کے پاؤڈر میں الائچی کا پاؤڈر ایک گلاس پانی میں ابال کر استعمال کرنے سے طبیعت بحال ہو جاتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ سر درد کی صورت میں پودینے کے پتوں کا لیپ بنا کر ماتھے پر لگانے سے آرام ملتا ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس 12 مئی 2015ء)

ربوہ میں طلوع وغروب 30 مئی

طلوع فجر	3:27
طلوع آفتاب	5:02
زوال آفتاب	12:06
غروب آفتاب	7:10

ایم ٹی اے کے اہم پروگرام

30 مئی 2015ء

7:10 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مئی 2015ء
8:20 am	راہ ہدیٰ
9:55 am	لقاء مع العرب
12:00 pm	جامعہ احمدیہ یوکے کا کنونشن 11 جنوری 2014ء
4:00 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مئی 2015ء
6:00 pm	انتخاب سخن Live
8:05 pm	حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا دور خلافت
9:00 pm	راہ ہدیٰ Live

WARDA فیبرکس
تبدیلی آ نہیں رہی تبدیلی آ گئی ہے لان ہی لان
کریشنل شفون دوپٹہ 4P کلاسک لان 3P ڈیزائنر لان شرٹ پیس
400/450 750/- 950/-
چیمہ مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ 0333-6711362

گل احمد، SANA & SAFINAZ, NISHAT
فردوس، Warda Print، اتحاد، لاکھانی، CHARIZMA
NATION, MARJAN کے علاوہ
نارمل لان پرنٹ سوس کڑھائی اور اوریجنل بوتیک کے علاوہ
اچھی مردانہ ورائٹی میں سادہ اور کڑھائی والے آرٹیکلز کیلئے تشریف لائیں
ریلوے روڈ ربوہ
صاحب جی فیبرکس پاکستان
0092-476212310 www.Sahibjee.com

فاتح جیولرز
www.fatehjewellers.com
Email:fatehjeweller@gmail.com
ربوہ فون نمبر: 0476216109
موبائل 0333-6707165

DE MONTFORT UNIVERSITY LEICESTER
www.dmu.ac.uk
UK
Meet Mr. Richard for on spot Admission for Sep. 2015 at P.C Hotel Lahore- Board Room "F" - 3rd June- 6PM To 10PM
Education Concern ®
67-C, Faisal Town, Lahore.
35162310/0302-8411770
info@educationconcern.com
www.educationconcern.com Skype: fdewdrop
EC Education Concern

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
انٹرنیشنل موٹرز لاہور
تمام جاپانی گاڑیوں کے پرزہ جات دستیاب ہیں